# خطبہ جمعہ

## تقویٰ کے حصول کے لئے یہ گُر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رقیب ہونے پر ایمان ہو

### جب تم یاد رکھو گے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حال کا نگران ہے تو ہر قسم کی بدی اور بے حیائی سے بچ سکوگے

**(آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت رقیب کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت)**

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۱۲/اکتوبر ۲۰۰۱ء بمطابق ۱۲/اخاء ۱۳۸۰ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

آج کا خطبہ خدا تعالیٰ کی صفت رفیق سے تعلق رکھتا ہے اور ابھی تو بہت سے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ ہیں جن پر اور خطبات آنے والے ہیں مگر آج جہاں تک مَیں نے کوشش کی ہے اس خطاب کو مختصر کیا ہے لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ وقت تو بہر حال لگے گا۔ پہلی بات تو مَیں سب سے پہلے تلاوت کرتا ہوں اس آیت کی:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَام. اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ (النساء: ۲)

یہ وہ آیت کریمہ ہے جو نکاح کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ اور آیات میں سے ایک یہ آیت ہے۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ اے لوگو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رحموں کے تقاضوں کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے۔

اب اس آیتِ کریمہ میں حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ایک ہی جان سے پیدا کیا۔ ابتدائے آفرینش کی بات ہے جس کا قرآن کریم یہاں ذکر فرما رہا ہے۔ حقیقت میں پہلے ایک ہی جان ہوا کرتی تھی اور کسی قسم کا سیکس (Sex) کی ڈویژن کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ جان رفتہ رفتہ دو حصوں میں بٹا کرتی تھی پھر بٹتے بٹتے چھوٹی ہو جاتی تھی اور اسی طرح سلسلہ جاری رہتا تھا۔ پھر خدا تعالیٰ نے اسی میں سے، یہ ایک عظیم احسان ہے اللہ تعالیٰ کا کہ اس میں سے چھوٹا سا جانور الگ کرنے کا نظام بنایا۔ تو ہر جاندار جو تھا وہ پانی میں اپنی ایک چھوٹی سے مثل پھینک دیا کرتا تھا۔ اور پانی میں ہی وہ دونوں جو دوسرے جوڑے کے مثل سے نکلا کرتا تھا، دونوں مل کر پھر ایک جان بن جایا کرتے تھے تو اس طرح ابتدائے آفرینش سے لے کر آخرت تک جو بھی نظام جاری ہوا ہے اس کا سارا ذکر فرما دیا گیا ہے۔

اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ یہ فرمایا ہے کہ آدم سے پہلے جوڑے بن چکے تھے۔ یہ خیال غلط ہے کہ صرف آدم ہی پہلا انسان تھا۔ اس سے پہلے جوڑے بن چکے تھے۔ ﴿وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً﴾۔ تو ان جوڑوں سے کثرت سے اللہ تعالیٰ نے مرد بھی پیدا کئے اور مؤنث بھی پیدا کئے۔ تو آدم سے پہلے جوڑے بننے شروع ہو چکے تھے۔ اور یہ جاہلانہ خیال جو علماء کا ہے کہ حضرت آدم پہلے انسان تھے جن سے آگے بچے پیدا ہوئے اور یہ خیال کہ حضرت حوا، آدم کی پسلی سے پیدا ہوئیں یہ سب باطل خیالات ہیں اور قرآن کریم ان سب کی یکسر نفی فرما رہا ہے۔

آخر پر آتا ہے ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَام﴾ تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس کے نام کے حوالے دے کر تم اس سے سوال کرتے ہو ﴿وَالْاَرْحَام﴾ اور خصوصیت سے رحمی رشتوں کا خیال کرو۔ جو نہایت افسوس کی بات ہے وہ یہ ہے کہ آج کل کثرت کے ساتھ رحمی رشتوں کے متعلق شکایتیں ملتی ہیں کہ ان کا خیال نہیں رکھا جاتا اور اس کے نتیجہ میں بہت سے عائلی جھگڑے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ رحمی رشتوں میں یاد رکھنا چاہئے کہ بیوی کو ایک نیا سُسر ملتا ہے جو باپ کی طرح ہونا چاہئے اور اسی طرح خاوند کو ایک ساس ملتی ہے جو ماں کی طرح ہونی چاہئے۔ تو دونوں طرف اگر یہی تعلق ہو تو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی خانگی مسائل پیدا نہیں ہوتے۔ لیکن ان چیزوں کے فقدان کی وجہ سے، قرآن کریم کی جو پہلی نصیحت ہے میاں بیوی کے نکاح کے وقت اس کو نظر انداز کرنے کے نتیجہ میں، سارے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور میری ڈاک بھی روزانہ ایسے مسائل سے بھری ہوتی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ رحمی رشتوں کا خیال نہیں رکھا جا رہا۔

آخر پر ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ تم یہ خیال نہ کرو کہ تم پر کوئی نگران نہیں ہے اللہ تعالیٰ تم پر رقیب ہے۔ اب رقیب کا لفظ جو ہے اس کو لغت کے لحاظ سے حل کرنا چاہئے کہ کن معنوں میں آتا ہے۔ رقب کا ایک معنی گھات میں بیٹھنا، کسی کے انتظار میں گھات لگا کر بیٹھنا۔ تو انسان کو بھی اس بات سے خوف رکھنا چاہئے کہ اس کی بھی کوئی گھات لگا کر بیٹھا ہوا ہے بالآخر وہ اپنے انجام کو پہنچنے والا ہے۔

دوسرا معنی رقیب کا اَلْحَافِظُ الَّذِىْ لَا يَغِيْبُ عَنْهُ شَيءٌ۔ ایسا محافظ جس سے کوئی چیز غائب نہیں ہوتی۔ ہر وقت جانتا ہے کہ کونسا خطرہ اس کو درپیش ہے۔ اور اس کے مطابق وہ اس خطرہ سے پہلے ہی آگاہ ہو کر اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ رَقَبَ کے معنی احتیاط کے بھی ہیں۔ اَلتَّرَقُّبُ: اَلْاِنْتَظَار وَتَوَقُّعُ الشَّيْءِ کسی چیز کی امید کے ساتھ اس کا انتظار کرنا بھی تَرَقُّبْ کے معنوں میں ہے۔ رَقِيْبُ الْقَوْمِ: حَارِسُهُمْ۔ رَقِيْبُ الْقَوْمِ کا مطلب ہے ان کا محافظ۔ یہ سارے معانی مفردات امام راغب اور لسان العرب سے لئے گئے ہیں۔ اور اقرب الموارد میں مختصر یہ ہے کہ رقیب کے معنے حفاظت کرنے والا، انتظار کرنے والا اور نگہبانی کرنے والا ہے۔ اس میں تینوں معانی اکٹھے بیان کر دئے گئے ہیں۔

اب ایک حدیث ہے بخاری شریف کی کتاب المناقب میں۔ عَنْ اَبِىْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْه قَالَ: ارْقُبُوْا مُحَمَّدًا ﷺ فِيْ اَهْلِ بَيْتِهٖ۔ یعنی محمد ﷺ کی اہل و عیال کے ساتھ حفاظت کرو۔ اپنے اہل و عیال ان پر قربان کر کے ان کی حفاظت کرو اور ان کے اہل و عیال کی بھی حفاظت کرو۔ تو یہ صحیح معنے ہیں جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمائے ہیں۔

ایک مسند احمد بن حنبل مسند الانصار میں روایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی ایسی حفاظت میسر تھی جو کسی اور کو حاصل نہ تھی۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند الانصار)۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے نیچے تھے اور کسی کو اس شان کی حفاظت نہیں ملی جیسی کہ آنحضرت ﷺ کو ملی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کو سات اعلیٰ حسب و نسب والے ساتھی دئے گئے۔ اب اس کی تفصیل ہمیں معلوم نہیں کہ وہ کون سے سات تھے اور کیسے وہ دئے گئے لیکن اتنا علم ہے کہ ضرور حسب نسب والے بعض ایسے مددگار اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کئے تھے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق اس کی نصرت فرمایا کرتے تھے مگر آنحضرت ﷺ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے چودہ ایسے مددگار اور محافظت کرنے والے عطا فرمائے ہیں۔ جب پوچھا گیا حضرت علیؓ سے کہ وہ چودہ کون تھے تو حضرت علیؓ نے فرمایا۔ اب یہ حدیث ان

معنوں میں حدیث تو نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو۔ یہ اثر کہلاتی ہے۔ یعنی حضرت علیؓ نے اس کی تشریح یہ فرمائی کہ مَیں ایک تھا اور میرے دونوں بیٹے جعفر پھر حمزہ، ابو بکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، مقداد، حذیفہ، اور عبداللہ بن مسعود۔ (ترمذی، ابواب مناقب بیت النبی ﷺ)

اب ایک لمبی حدیث ہے عکرمہ بن عمّار سے اس کا مَیں ترجمہ آپ کے سامنے پڑھ دیتا ہوں۔ عکرمہ بن عمّار روایت کرتے ہیں کہ مجھے ضَمْضَم بِن جَوس نے بتایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کی آپس میں مؤاخات تھی۔ ان میں سے ایک گناہ میں مبتلا رہتا اور دوسرا عبادت میں مصروف رہتا تھا۔ عبادت گزار، گناہگار کو ہمیشہ گناہ میں مبتلا پاتا تو اسے کہتا گناہ چھوڑ دو۔ ایک روز اُس نے اُسے ایک گناہ کرتے ہوئے دیکھا تو اُس سے کہا کہ یہ برا کام چھوڑ دو۔ اس پر اُس نے کہا: میرا معاملہ میرے ربّ پر چھوڑ دو۔ کیا تم مجھ پر رقیب بنا کر مبعوث کئے گئے ہو؟ اس پر اس عابد نے کہا اللہ کی قسم۔ وہ تجھے نہیں بخشے گا، یا اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ ان دونوں کی ارواح قبض کی گئیں اور وہ ربّ العالمین کے حضور اکٹھے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اس مجتہد سے کہا: کیا تم میرے بارہ میں جانتے تھے (کہ مَیں کیا کرنے والا ہوں)۔ یا یہ فرمایا کہ کیا تم اس پر قادر ہو جو میرے قبضۂ قدرت میں ہے۔ پھر اس گنہگار سے فرمایا کہ جا جنت میں میری رحمت کے سہارے داخل ہو جا اور دوسرے کے متعلق فرمایا کہ فرشتے اس کو دوزخ میں ڈال دیں۔ (سنن ابی داؤد۔ کتاب الادب)

تو اس سے جو نصیحت ملتی ہے خاص طور پر وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مغفرت کے متعلق کوئی جھوٹا دعویٰ نہیں کرنا چاہئے کہ فلاں کو بخشے گا اور فلاں کو نہیں بخشے گا۔ اللہ چاہے تو بڑے سے بڑے گنہگار کو بھی بخش دیتا ہے اور یہی قرآن کریم میں بھی آتا ہے کہ اس کی مغفرت جو ہر چیز پر حاوی ہے۔ پس خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو نہیں بخشے گا یہ بالکل ظلم ہے اور اپنی جان پر ظلم کرنے والی بات ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی جو قدرتیں ہیں ان کو اپنے ہاتھ میں لینے والا قصہ بن جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی قدرت خدا ہی کے ہاتھ میں اچھی ہے وہ بندہ اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا اور اس کے نتیجہ میں جیسا کہ اس حدیث میں بیان ہوا ہے ایک بظاہر جہنمی جنتی بن گیا اور ایک بظاہر جنتی جہنمی بن گیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ اے خدا کے نبی، مَیں سفر پر جانا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: کب؟ اس نے جواب دیا: کل انشاء اللہ۔ اس پر آپؐ اس کے پاس آئے، اس کا ہاتھ تھاما اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور امان میں، اللہ تعالیٰ تمہیں تقویٰ کا زادِ راہ عطا کرے، تمہارے گناہ معاف کرے اور تم جدھر اور جہاں کا بھی رخ کرو اللہ تعالیٰ تمہیں خیر کی طرف لے جائے"۔ (سنن الدارمی کتاب الاستئذان)

یہ جو دعائیں ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ دراصل اس انسان کو ضرور کوئی خطرے درپیش ہونگے جو رسول اللہ کی دعا سے ٹل گئے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی حضرت مولوی راجیکی صاحبؓ کی روایت کے مطابق آپؑ نے جاتی دفعہ خصوصیت سے کہا کہ اللہ کی حفاظت میں، خدا حافظ و ناصر ہو۔ راستہ میں سانپوں نے آپ پر بار بار حملے کئے اور ہر حملہ سے آپ بچتے چلے گئے۔ اور انہوں نے پھر بعد میں بیان دیا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جو خاص طور پر مجھے کہا تھا کہ اللہ تمہاری حفاظت کرے وہ کوئی معمولی بات نہیں تھی اسی کا اثر ہے کہ مَیں ان حملوں سے بچتا چلا گیا۔

علامہ فخر الدین رازی سورۃ النساء کی آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اَلرَّقِيْب سے مراد ایسا محافظ ہے جو تیرے تمام افعال کی نگرانی کرے اور اسی لفظ سے اللہ تعالیٰ کی صفت رقیب ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رقیب بتا کر یہ بیان کیا ہے کہ وہ بھیدوں کو اور مخفی امور کو جانتا ہے۔ جب یہ صورت ہو تو ضروری ہے کہ اس ذات باری سے انسان اپنے اعمال کے کرنے یا نہ کرنے کے بارہ میں احتیاط رکھے اور اس کا خوف مدنظر رکھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ جب تم یہ لحاظ رکھو گے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حال کا نگران ہے تو ہر قسم کی بے حیائی اور بدکاری کی راہ سے جو تقویٰ سے دور پھینک دیتی ہے بچ سکو گے۔ دیکھو کسی عظیم الشان انسان کے سامنے انسان بدی کے ارتکاب کا حوصلہ نہیں کر سکتا۔ ہر ایک بدی کرنے والا اپنی بدی کو مخفی رکھنا چاہتا ہے۔ پھر جب خدا تعالیٰ کو رقیب اور بصیر مانے گا اور اس پر سچا ایمان لائے گا تو پھر ایسے ارتکاب سے بچ جائے گا۔ غرض تقویٰ ایسی نعمت ہے کہ متقی ذریّت طیبہ پا لیتا ہے"۔

(الحکم ۳۱/اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۴۔۱۵)

اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ایک حدیث یاد آجاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا مومن جب تک گناہ کی حالت میں ہے اس وقت تک مومن نہیں رہتا اور اس کے بعد پھر وہ ایمان کی طرف لوٹ آتا ہے۔ تو یہ بہت ہی گہرا معرفت کا نکتہ ہے یعنی سب لوگ دراصل گناہ کے وقت خدا تعالیٰ کو غائب سمجھ رہے ہوتے ہیں ورنہ کبھی جرأت نہ ہو گناہ کی۔ جب گناہ کر چکتے ہیں تو پھر یاد آتا ہے کہ اوہو غلطی ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت مومن نہیں رہتا لیکن گناہ کے بعد پھر مومن ہو جاتا ہے۔ یہ کہ ہمیشہ کے لئے اس کا ایمان جاتا رہے یہ غلط ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا ایک اور قول ہے:

"تقویٰ کے حصول کے لئے یہ گُر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رقیب ہونے پر ایمان ہو۔ چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾۔ جب تم یہ یاد رکھو گے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حال کا نگران ہے۔ تو ہر قسم کی بے حیائی اور بدکاری کی راہ سے جو تقویٰ سے دُور پھینک دیتی ہے بچو گے"۔

(اخبار بدر قادیان ۵/مارچ ۱۹۰۸ء صفحہ ۶)

اب سورۃ المائدہ کی ایک آیت ہے جس میں رقیب لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ ﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِىْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىْ وَ رَبَّكُمْ. وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ. وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ﴾ مَیں نے تو انہیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا جو تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور مَیں ان پر نگران تھا جب تک مَیں ان میں رہا۔ پس جب تو نے مجھے وفات دے دی فقط ایک تو ہی ان پر نگران رہا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔

حضرت ابن عباس اس کے متعلق روایت کرتے ہیں بخاری کتاب التفسیر میں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک روز خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے ابراہیمؑ کو لباس پہنایا جائے گا۔ اب ابراہیمؑ کو لباس پہنایا جانا یہ اس لئے ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے تقویٰ اختیار کیا تھا اور جب آپ کو کہا گیا کہ مسلم ہو جاؤ تو اللہ کے حضور یہ عرض کیا کہ مَیں تو پہلے ہی مسلمان ہوں۔ تو ابراہیم کو لباس پہنانا ایک محاورہ کے طور پر استعمال ہوا ہے جو تقویٰ کا لباس ہے۔ تو چونکہ آپ تقویٰ کا لباس پہننے والے تھے اس لئے آپ کو یہ لباس پہنایا گیا مگر اس میں ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا نعوذ باللہ من ذلک آنحضرت ﷺ سے پہلے ابراہیم کو یہ تقویٰ کا لباس پہنایا گیا اس لئے اس چیز کو دل تسلیم نہیں کرتا۔ اس میں کوئی حکمت پوشیدہ ہے جو یہ بیان فرمایا گیا ہے۔ مگر یہ بہر حال ممکن نہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے ابراہیم کو تقویٰ کا لباس پہنایا جائے۔

ایک دوسری حدیث شریف میں یہ آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب میں اٹھوں گا قیامت کے دن تو سب سے پہلے مجھے موسیٰؑ دکھائی دے گا جس کو ایک دفعہ غش آئی تھی اور بیہوش ہو گیا تھا۔ وہ دوبارہ اٹھے گا۔ تو آپس میں یہ جو تضاد ہے یہ چھان بین کا تقاضا کرتا ہے۔ ایسے تضادات کی صورت میں سیدھی بات یہ ہے کہ قرآن کریم کی طرف جاؤ اور قرآن کریم نے جو بیان کیا ہے وہی سب سے اچھا ہے کہ آنحضرت ﷺ سب متقیوں سے بڑھ کر متقی تھے۔

ایک روایت ہے ابن عباس کی کہ آنحضرت ﷺ نے ایک روز خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے ابراہیم کو لباس پہنایا جائے گا۔ اس کا دوسرا حصہ ہے: "خبردار میری امّت کے بعض لوگوں کو لایا جائے گا اور انہیں بائیں طرف لے جایا جا رہا ہو گا۔ اس پر مَیں عرض کروں گا یا ربّ! یہ تو میرے صحابی ہیں۔ اس پر کہا جائے گا کہ تُو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا نئی

باتیں ایجاد کرلی تھیں۔ تب مَیں بھی اسی طرح کہوں گا جیسے ایک صالح بندے نے کہا کہ مَیں تو جب تک ان پر نگران تھا وہ ایسے نہیں تھے۔ جب تُو نے مجھے اٹھا لیا، واپس بلا لیا تو اے خدا پھر تُو ہی ان پر نگران تھا۔ تُو نے جب مجھے وفات دے دی تو پھر مَیں ان پر نگران نہیں رہا۔

(بخاری کتاب التفسیر)

یہ وہ حدیث ہے جس پر بنا کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے استنباط فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اٹھا لئے گئے ہیں اور اب دوبارہ واپس نہیں آئیں گے کیونکہ جب انہوں نے نگرانی چھوڑ دی تو پھر یہ نہیں کہہ سکتے کہ دوبارہ آئے اور ان کو پتہ بھی لگ گیا کہ کیا واقعہ ہوا ہے اور اس کے باوجود خدا سے کہیں کہ پھر مجھے پتہ نہیں کیا ہوا۔

اس تفصیل کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح علیہ السلام نے آیت ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ میں صاف صاف اپنا اظہار دے دیا ہے کہ مَیں ہمیشہ کے لئے دنیا سے اٹھایا گیا کیونکہ ان کا یہ کہنا کہ جب مجھے وفات دی گئی تو پھر اے میرے رب! میرے بعد تو میری اُمّت کا نگہبان تھا، صاف شہادت دے رہا ہے کہ وہ دنیا سے ہمیشہ کے لئے وفات پا گئے کیونکہ اگر ان کا دنیا میں پھر آنا مقدر ہوتا تو وہ ضرور ان دونوں واقعات کا ذکر کرتے اور نزول کے بعد کی تبلیغ کا بھی بیان فرماتے نہ یہ کہ صرف اپنی وفات کا ذکر کر کے پھر بعد اپنے خدا تعالیٰ کو قیامت تک نگہبان ٹھہراتے''۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ د حاشیہ در حاشیہ)

اسی مضمون کی ایک اور کشتی نوح میں عبارت ہے:

''اسی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر دنیا میں نہیں آئیں گے کیونکہ اگر وہ دنیا میں آنے والے ہوتے تو اس صورت میں یہ جواب حضرت عیسیٰ کا محض جھوٹ ٹھہرتا ہے کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی کچھ خبر نہیں۔ جو شخص دوبارہ دنیا میں آیا اور چالیس برس رہا اور کروڑہا عیسائیوں کو دیکھا جو اُس کو خدا جانتے تھے اور صلیب کو توڑا اور تمام عیسائیوں کو مسلمان کیا وہ کیونکر قیامت کو جناب الٰہی میں یہ عذر کر سکتا ہے کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی کچھ خبر نہیں۔

(کشتی نوح صفحہ ۱۸ حاشیہ)

یہ جو روایت ہے یہ ساری احادیث کے نہ سمجھنے کے نتیجہ میں علماء نے اس کو ظاہر پر محمول کر لیا ہے حالانکہ یہ جو روایت ہے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عِلْمٌ لِلسَّاعَةِ ہیں قیامت کے آنے سے پہلے کی نشانی یعنی عظیم الشان انقلاب سے پہلے کی نشانی۔ وہ جب دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو جسم عنصری کے ساتھ دوبارہ نہیں آئیں گے، ان کا کوئی مثیل آئے گا اور وہ ان سب حالات کو دیکھے گا اور اس کے باوجود عیسائیوں میں جو کفر پھیلا ہوا ہے اور جو صلیب کے پجاری ہیں ان کی صلیب کو وہ توڑے گا یعنی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مراد حضرت عیسیٰ کا یعنی مسیح کا مثیل ہے جو صلیب توڑے گا اور دجال کو قتل کرے گا اور سؤر کو قتل کرے گا۔ تو یہ سارے روحانی مجازات ہوتے ہیں، ان کا ظاہری معنی لینا یہ غلط بات ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ اگر توفیق عطا فرمائے تو ان مجازات کی گہرائی میں اتر کر ان پر غور کرتے رہنا چاہئے اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ بہت سی نئی باتیں عطا فرماتا ہے۔

جب بھی انسان کو شک ہو کسی بات میں اور علم نہ ہو تو فوری طور پر مفسرین وغیرہ کی تلاش نہیں کرنی چاہئے کہ انہوں نے کیا کہا ہے۔ میرا تو یہ ہمیشہ سے اسلوب رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتا ہوں کہ تو بہتر جانتا ہے تو اس شک کو دور فرما دے اور جو حقیقت ہے وہ ظاہر کر دے، اس کے نتیجہ میں بلاشبہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حقیقت کو ظاہر فرما دیتا ہے۔

اب سورۃ ھود کی ایک آیت ہے ﴿وَیٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ یَّأْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَمَنْ هُوَ کَاذِبٌ وَارْتَقِبُوْآ اِنِّیْ مَعَکُمْ رَقِیْبٌ﴾ (سورۃ ھود: ۹۴) کہ اے میری قوم تم اپنی جگہ جو کچھ کر سکتے ہو کرتے رہو یقیناً مَیں بھی کچھ کرتا رہوں گا۔ عنقریب تم جان لو گے کہ کسے وہ عذاب آلے گا جو اسے رسوا کر دے گا اور تم جان لو گے کہ کون ہے وہ جو جھوٹا ہے۔ اور نظر رکھو یقیناً مَیں بھی تمہارے ساتھ نظر رکھنے والا ہوں۔ یہاں ﴿اِرْتَقِبُوْا﴾ کے معنے نظر رکھنے کے ہیں یعنی نظر رکھو کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔

حضرت علامہ فخر الدین رازیؒ بیان فرماتے ہیں: ﴿وَارْتَقِبُوْآ اِنِّیْ مَعَکُمْ رَقِیْبٌ﴾ کی تفسیر میں اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ تم اس کی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ اس کا رقیب یعنی منتظر ہوں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''﴿اِعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ﴾ کہ اگر تم لوگوں پر میرا سچا ہونا مشتبہ ہے تو تم بھی اپنی اپنی جگہ عمل کرو، مَیں بھی کرتا ہوں۔ انجام پر دیکھ لینا کہ خدا کی تائید اور نصرت کس کے شامل حال ہے۔ جو امر خدا کی طرف سے ہوگا وہ بہر حال غالب ہو کر رہے گا''۔

(البدر جلد ۴ نمبر ۲ بتاریخ ۱۸/ فروری ۱۹۰۵ء صفحہ ۴)

اب سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۳: ﴿لَا یَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُكَ. وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا﴾۔ اس کے بعد تیرے لئے عورتیں جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ ان بیویوں کے بدلہ میں اور بیویاں کر لے خواہ ان کا حسن تجھے پسند ہی کیوں نہ آئے۔ مگر وہ (مستثنیٰ ہیں) جو تیرے زیر نگیں ہیں۔ اور اللہ ہر چیز پر نگران ہے۔

اس میں خاص طور پر یہ قابل توجہ بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اوپر جو یہ آیت نازل ہوئی ہے یہ بڑھاپے کے وقت نازل ہوئی ہے۔ اور بہت سے مستشرقین نے بھی یہ اعلان کیا ہے کہ اس سے رسول اللہ ﷺ کی کوئی ذاتی جنسی خواہش ہرگز مراد نہیں لی جا سکتی کیونکہ اس وقت تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ حضرت رسول اللہ ﷺ کو جو کچھ عطا ہونا تھا عطا ہو چکا تھا اور آپؐ کو کوئی مزید خواہش نہیں تھی بلکہ بوجھ پڑنا چاہئے تھا طبیعت پر اگر اس عمر میں شادی کا حکم ہوتا۔

تو بعض مفسرین نے جو غلط ترجمے کئے ہیں ان کو اس سے نصیحت پکڑنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ اب وقت نہیں رہا کہ تم مزید بیویاں کرو یا بعض بیویوں کو تبدیل کر لو خواہ تمہیں ان کا حسن پسند آئے۔ پس حسن کا پسند آنا اگر نفسانی خواہش ساتھ شامل نہ ہو، یہ گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو بھی مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ خواہ تجھے ان کا حسن پسند آئے۔ تو اگر حسن پہ صاف اور پاکیزہ نگاہ ڈالی جائے اور وہ اچھا لگے تو یہ ہرگز کوئی گناہ نہیں لیکن اگر اس کو بدنظری سے دیکھا جائے تو یہ گناہ ہے۔

اب سورۃ قٓ آیت نمبر ۱۷ تا ۱۹۔ ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ. وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ. اِذْ یَتَلَقَّی الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ. مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ﴾۔ اس کا سادہ ترجمہ یہ ہے: یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں کہ اس کا نفس اسے کیسے کیسے وساوس میں ڈالتا ہے اور ہم اس سے اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ جب باتیں پکڑنے والے دو فرشتے دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے باتیں پکڑتے ہیں۔ وہ کوئی بات نہیں کہتا مگر اس کے پاس ہی اس کا ہمہ وقت مستعد نگران ہوتا ہے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ:

''ایک دن صبح کے وقت اچانک ایک انگریز پولیس سپرنٹنڈنٹ کی وردی پہنے ہوئے قادیان پہنچا اور کہا کہ مَیں گورداسپور کا سپرنٹنڈنٹ پولیس ہوں اور مرزا صاحبؑ سے ملنے کے لئے آیا ہوں''۔ اب یہاں تعلق اس روایت کا اس رقیب والی بات سے یہ ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رقیب تھا اس نے ایسی حفاظت کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کہ وہ سپرنٹنڈنٹ اپنے مقصد میں ناکام ہو کر، ششدر ہو کر واپس لوٹا ہے۔ تو روایت یہ ہے کہ وہ اپنی پوری وردی میں لیس قادیان پہنچا اور کہا کہ مَیں گورداسپور کا سپرنٹنڈنٹ پولیس ہوں اور مرزا صاحب سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔

''اُس وقت مطب اور پریس کی عمارت بن چکی تھی اور جہاں اب مہمان خانہ ہے یہاں بھی عمارت بنی ہوئی تھی۔ لیکن ان دونوں مکانوں کے درمیان کوئی عمارت نہ تھی۔ صرف ایک چبوترہ سا شہر کی پرانی فصیل کی جگہ پر درست کر دیا گیا تھا۔ اسی چبوترہ پر اُسے کرسی پر بٹھایا گیا اور ایک دوسری کرسی حضرت صاحب کے واسطے رکھی گئی۔ اطلاع ہونے پر حضورؑ باہر تشریف لائے۔ جیسا کہ حضورؑ کی ہمیشہ عادت تھی عصا حضورؑ کے ہاتھ میں تھا۔ اور اُس کرسی پر آکر بیٹھے۔ اُس انگریز نے کہا کہ مَیں آپؑ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا پوچھئے۔ تب اُس نے ایک پاکٹ بک اپنی جیب سے نکالی اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ نہایت احتیاط کے ساتھ اُس کا ایک ایک ورق وہ الٹتا تھا۔ گویا وہ اُن سوالات کی تلاش کرتا تھا جو اُس نے پوچھنے تھے اور اُس پاکٹ بک میں لکھے ہوئے تھے۔ وہ ساری نوٹ بک اُس نے دیکھی اور پھر دوسری طرف سے شروع کر کے اوّل تک دیکھی۔ پھر اُس کو بند کر کے بغیر کسی سوال کرنے کے جیب میں ڈال لیا اور کھڑا ہو گیا۔ اور کہا کہ اِس وقت تو وہ سوال نہیں ملتے۔ اچھا

سلام۔ مَیں پھر کبھی آؤں گا۔اور واپس چلا گیا اور پھر کبھی نہیں آیا"۔

(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔صفحہ ۲۱۔۲۲)

تو یہ اللہ تعالیٰ کی شان رقیبی ہے کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت فرمائی اور اس نے پتہ نہیں کیا شریروں والے مفسدانہ سوال کرنے تھے اس کو کچھ نظر ہی نہیں آیا۔

اس کے برعکس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک دفعہ ضرورت تھی حوالہ کی تو وہ حوالہ ملتا نہیں تھا۔ علماء بیٹھے ہوئے تلاش کر رہے تھے اور سامنے مولوی بیٹھا مطالبے کر رہا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ورق گردانی شروع کی اور ایک صفحہ پر پہنچ کے وہی حوالہ پیش کر دیا۔ سب حیران رہ گئے، علماء بھی، کہ یہ کیسا واقعہ ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آناً فاناً وہ حوالہ مل گیا۔ لیکن جب بعد میں پتہ کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وجہ یہ بیان فرمائی کہ مَیں جب صفحے الٹ رہا تھا تو سارے صفحے سفید تھے، خالی، کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ جب ورق گردانی کرتے ہوئے اس حوالہ پر پہنچا تو وہ حوالہ سامنے آگیا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رقیب ہونے کا بھی ثبوت دیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"مومن کو چاہئے کہ ہر ایک چیز سے کوئی نہ کوئی نصیحت حاصل کرے۔ اب گراموفون کو محض تفریح کا ذریعہ سمجھا گیا ہے۔ انسان غور کرے تو اس کے لئے عبرت کا موجب ہے۔ جس طرح ایک شخص کی آواز اس میں بند ہوتی ہے اور پھر اس کے تمام انداز محفوظ ہو جاتے ہیں اور عام مجالس میں ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح اگر انسان یہ یقین رکھے کہ جو کچھ وہ بولے گا اس کا ریکارڈ بھرنے والے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ کے ماتحت پاس ہی موجود ہوتے ہیں"۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۴ صفحہ ۱۷۶۔۱۷۷)

یہ جو استنباط فرمایا ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے یہ امر واقعہ ہے کہ جس طرح چیزیں ریکارڈ کی جاتی ہیں اور وہ جتنی دیر بھی گزر جائے وہ مٹ کے ہلکی ہو جائیں گی مگر کلیۃً نہیں مٹا کرتیں تو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانی ریکارڈ کا ایک نظام جاری کیا ہے اور وہ ریکارڈ ہمیشہ قائم رہتا ہے لیکن انسانی ریکارڈوں کی طرح مٹتا اور مدھم نہیں ہوتا بلکہ اسی طرح رہتا ہے جیسا کہ ہے اور یہ ریکارڈ جلد میں بھی ہوتا ہے۔ پہلے بظاہر صاحب علم لوگ اعتراض کیا کرتے تھے کہ قرآن نے فرمایا ہے جلدیں، انسانی جلدیں اس کے خلاف گواہی دیں گی تو لوگ جاہل ہنسا کرتے تھے کہ جلد نے کیا گواہی دینی ہے۔ لیکن اب سائنس دانوں نے کلیۃً تحقیق کے ذریعہ یہ ثابت کر دیا ہے کہ جلد کے ہر ذرّہ میں، ہر سیل (Cell) میں اس کے سارے جسم کا ریکارڈ موجود ہے، اس کی تمام حرکتوں کا ریکارڈ موجود ہے اور اب وہ جسم سے، جلد سے، ایک ذرہ لے کر پھر ریکارڈ بناتے ہیں۔ ان کا خیال ہے، سائنس دانوں کا، کہ ڈائناسور کی جلد اگر مل جائے تو اس سے پورا ڈائناسور دوبارہ بنایا جاسکتا ہے۔ تو یہ عجیب اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ جلد کو فرمایا کہ وہ بھی بولے گی جب وقت آئے گا اور تمہیں بتائے گی کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔

نیز "مکتوبات احمد" میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

"کیا وہ سمجھتے ہیں کہ وہ دنیا اور اس کی لذتوں میں چھوڑ دئے جائیں گے اور حَاقّہ (یعنی ہو کر رہنے والی ساعت) اور اس کی جزا کی طرف نہیں لے جائے جائیں گے، اور نہ ہی مفسدوں کی طرح پکڑے جائیں گے؟ کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ ان کا نگران یعنی رقیب انہیں دیکھ نہیں رہا۔ اور وہ ان کے حساب لینے والے کی نظروں کے سامنے نہیں؟"

اب سورۃ الانعام کی آیت ۱۵۹ ہے ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ.يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا . قُلِ انْتَظِرُوْۤا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ﴾۔ یہاں رقیب بمعنی منتظر کے ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے: کیا وہ اس کے سوا بھی کوئی انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا تیرا ربّ آجائے یا تیرے ربّ کے بعض نشانات آئیں۔ (مگر) اس دن جب تیرے ربّ کے بعض نشانات ظاہر ہوں گے کسی ایسی جان کو اس کا ایمان فائدہ نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لائی ہو یا اپنے ایمان کی حالت میں کوئی نیکی نہ کما چکی ہو۔ تو کہہ دے کہ انتظار کرو یقیناً ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں۔ یہاں رقیب بمعنی منتظر کے ہے۔

اب سورۃ یونس کی ۲۱ویں آیت ﴿وَيَقُوْلُوْنَ لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ﴾۔ ترجمہ: اور وہ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے ربّ کی طرف سے کوئی آیت کیوں نہیں اتاری جاتی؟۔ اب یہ اعتراض ہمیشہ سے نبیوں پر کیا جاتا ہے حالانکہ آیات اترتی ہیں لیکن وہ دیکھنے کے باوجود انکار کر رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ یہ سوال دہراتے چلے جاتے ہیں احمقوں کی طرح کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی آیت کیوں نہیں اتاری جاتی۔ تو کہہ دے کہ یقیناً غیب (پر تسلّط) اللہ ہی کا ہے۔ پس انتظار کرو، یقیناً میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔

اس بارہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیوں اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشان تائید دین کا نازل نہ ہوا۔ سو ان کو کہہ کہ علم غیب خدا کا خاصہ ہے۔ پس تم نشان کے منتظر رہو مَیں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں"۔ (براہین احمدیہ حصہ سوم۔ صفحہ ۲۳۰۔حاشیہ نمبر ۱۱ طبع اول)

اب سورۃ یونس کی آیت ایک سو تین۔ ﴿فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ قُلْ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ﴾۔ پس کیا وہ انتظار کر رہے ہیں مگر اسی قسم کے دور کا جیسا ان لوگوں پر آیا جو ان سے پہلے گزرے۔ تُو کہہ دے کہ انتظار کرتے رہو یقیناً مَیں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ یہاں، انتظار کرنے والوں میں تمہارے ساتھ ہوں، میں یہ حکمت ہے کہ جب نبی انتظار کرتا ہے کسی بات کی تو اچھی بات جو اس کو بتائی گئی ہے اس کا انتظار کر رہا ہوتا ہے۔ اور دشمن یہ انتظار کرتا ہے کہ اس پر کوئی بلا نازل ہو گی تو دونوں انتظار کرتے رہتے ہیں اور آخر نبی کی امید ہی سچی نکلتی ہے اور دشمن پر بلا نازل ہو جاتی ہے اور نبی کو اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق کامران کرتا ہے۔

اب سورۃ ھود آیت نمبر ۱۲۲۔۱۲۳ ﴿ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنَّا عٰمِلُوْنَ . وَانْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ﴾ یہ بھی پہلی آیات کی طرح یہ دونوں آیات اسی مضمون کو بیان کرتی ہیں۔ ﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُم﴾ اے ھود تُو ان لوگوں سے کہہ دے کہ اپنی اپنی جگہ جو تم کام کر سکتے ہو کرتے رہو ﴿ اِنَّا عٰمِلُوْنَ﴾ ہم بھی کچھ کرتے رہیں گے۔ یہاں ﴿ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴾ سے مراد دو ہو سکتے ہیں۔ ایک تو اللہ تعالیٰ مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم بھی کچھ کرتے رہیں گے۔ دوسرے جمع کے صیغہ میں اس لئے آیا ہے کہ انبیاء کے ساتھی جو ہیں وہ سارے بھی منتظر رہتے ہیں تو وہ ان معنوں میں اپنے لئے جمع کا لفظ بولتے ہیں۔ ﴿ وَانْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْن﴾ تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں آخر دیکھ لو گے کہ سچی بات کس کی نکلتی ہے۔

اب سورۃ السجدہ کی آیت ہے ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ فتح آخر کب ہو گی۔ اگر تم سچے ہو تو یہ فتح آنی چاہئے۔ ﴿قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِيْمَانُهُمْ﴾ کہ جب فتح ظاہر ہو جائے گی تو پھر جن لوگوں کو ایمان نہیں ہے وہ فتح ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی کیونکہ فتح کو دیکھ کر پھر وہ اسلام قبول کرنا شروع کر دیں تو یہ اور بات ہے اور ابھی اسلام کا

غلبہ آنا مشکوک ہو اس وقت بالغیب ایمان لائیں یہ بالکل اور مسئلہ ہے۔ جب ایک غلبہ نصیب ہو جاتا ہے تو پھر اندھادھند بھی پیچھے اس غلبہ کے آجاتے ہیں لیکن جب ذرا سا ابتلاء آئے تو پیچھے بھی ہٹ جاتے ہیں۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو جب عرب پر غلبہ نصیب ہو گیا تو دیکھو کس کثرت کے ساتھ تمام عرب قبائل مسلمان ہو گئے اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے آنکھیں بند کیں تو کثرت سے ان لوگوں میں شامل ہونے والے جو تھے وہ مرتد ہو گئے۔ تو صاف پتہ چلتا ہے کہ غلبہ کو دیکھ کر قبول کرنا کوئی سچا ایمان نہیں ہے۔ ایمان وہ سچا ہے جب ابھی مشکوک حالت ہو اس وقت جو ایمان لاتے ہیں وہ سچے مومن ہیں۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کو بھی دیکھ لو کتنے تھوڑے تھے جو ایمان لانے والے تھے اور اس وقت ایمان لانے والے تھے جبکہ مخالفت اپنی انتہا پر تھی اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ اب کچھ بھی باقی نہیں رہے گا مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو اس وقت ایمان لائے ان کا ایمان بعد والوں کے ایمان کی طرح کا نہیں ہے۔ یا بعد والوں کا ایمان ان لوگوں کے ایمان کی طرح نہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جب کہ حالات ابھی مشکوک تھے اس وقت ایمان لائے۔ تو اس زمانہ میں جو لوگ پھیل رہے ہیں خدا کرے کہ وہ غلبہ کو دیکھ کر نہ پھیل رہے ہوں بلکہ ایمان کی نشانیوں کے نتیجہ میں وہ ایمان قبول کر رہے ہوں۔ جو غلبہ کو دیکھ کر ایمان لاتے ہیں وہ پھر کچے ہوتے ہیں وہ پیچھے ہٹ جایا کرتے ہیں۔ مگر میں امید رکھتا ہوں کہ ایسا نہیں ہو گا کیونکہ جو بھی رپورٹیں آرہی ہیں کثرت کے ساتھ احمدی ہونے کی وہ سارے نشان دیکھ کر ایمان لا رہے ہیں اور بظاہر ان کا ایمان لانا ان کے لئے انتہائی مصیبتوں کا موجب ہوتا ہے اس کے باوجود وہ ایمان لے آتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا ایمان بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے والے ابتدائی لوگوں کی طرح کا ایمان ہے۔ وہ نصرت الٰہی کو دیکھ کر ایمان نہیں لاتے بلکہ ایمانی واقعات جو ان کے ساتھ گزرتے ہیں بعض پر وحی نازل ہوتی ہے، بعض دشمنوں کا بدانجام دیکھتے ہیں تو ان سب باتوں کی وجہ سے وہ ایمان لاتے ہیں اور ہم امید رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ ان کا ایمان قائم رہے گا۔